اختلاف وطن کے باعث مسائل زوجین اور احکام شریعت

Problems between Spouses due to Differences in Nationality

زوجہ تبسم*

ڈاکٹر سیدہ سعدیہ*

Abstract

The World has taken the shape of a global village through scientific advancement and the fastest means of communication. The trend of migration has increased tremendously due to various reasons. This has led to the rise of multicultural societies consisting of people from different countries and religions.Many Muslims also live in Western (Un-Islamic)States. Beside the local Muslims, many of them are those Muslims who have migrated from different countries and living there as a minority and they are facing many religious, cultural, legal and social issues i.e, the nature of relations with non-Muslims, the limitations of accepting local laws and culture etc. In this paper we have discussed the Family issues arising due to difference of religions, customs, traditions, habits and laws i.e issues of interfaith marriage, legal documents related to marriage, issues of separation of spouses such as divorce, khula, annulment of marriage etc and the solutions of these issues according to the teachings of Qur'an and Sunnah.

Key words :muslim minority,western countries,inter faith,problems,immigrants,marriage ,multi-cultural,islam.

موجودہ دور میں ماضی کے برعکس جہاں مسلمانوں کی وسیع حکومت تھی اور وسائل کی فراوانی تھی جس کی وجہ سے انہیں غیر مسلم ممالک میں جا کر آباد ہونے کی اتنی ضرورت ہی پیش نہیں آتی تھی لیکن عصر حاضر میں مسلمان محکوم ہیں اور کفار حکومتیں مادی اعتبار سے غالب آ رہی ہیں اور بہت زیادہ مسلمان غیر مسلم ممالک میں مقیم ہیں، جن میں بڑی تعداد مغربی و یورپی ممالک میں مقیم ہے۔ ان غیر اسلامی ممالک کا کلچر، تہذیب و ثقافت اور فلسفہ زندگی اسلام تہذیب اور نظریہ حیات سے جدا اور متصادم ہے وہاں ان ممالک کے قوانین اور حکومتی نظام بھی اسلامی نظام سے مختلف ہیں۔اسی وجہ سے ان غیر اسلامی ممالک اور معاشروں میں اقلیت کی حیثیت سے رہنے والے مسلمانوں کو اپنے مذہبی اور شخصی اور خصوصا عائلی معاملات میں بہت سے مسائل کا سامنا ہے مثلا عائلی معاملات میں ملکی و مقامی قوانین اور ثقافت کو قبول کرنے کی حدود و قیود، عائلی مسائل اور تنازعات کے حل لیے غیر مسلم عدالتوں سے رجوع کرنے، نکاح و طلاق کے احکامات میں مرافعہ کی صورتحال جیسے بے شمار مسائل شامل ہیں ان جدید پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے قرآن و سنت سے راہنمائی کی ضرورت ہے۔

اس مقالہ میں اختلاف وطن، اختلاف کلچر اور عرف و عادت کے اختلاف کی وجہ سے زوجین کے مابین پیدا ہونے والے مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے، مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کو درپیش عائلی مسائل پر بحث کی گئی ہے جن میں بین الممالک، بین المذاہب اور بین الثقافتی شادیوں وغیرہ کے مسائل، نکاح سے متعلق قانونی دستاویزات کے مسائل، زوجین کے حقوق کے مسائل، نو مسلمہ کے نکاح و وراثت کے مسائل، تفریق زوجین کے مسائل، طلاق، خلع، فسخ نکاح کے مختلف رسوم و رواج اور مختلف ممالک کے

* جز وقتی لیکچرار، ادارہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

* انچارج ادارہ عربی و علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، سیالکوٹ

قوانین وغیرہ کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان سے متعلق احکام شریعت بھی بیان کیے گئے ہیں تاکہ ان مسائل کا اسلامی تناظر میں جائزہ لے کر ان کے منفی اثرات کو واضح کیا جائے کیونکہ ان مسائل اور خرابیوں کی اصلاح کرنا اس وقت کی انتہائی اہم ضرورت ہے۔ ذیل میں اختلاف وطن کے سبب پیدا ہونے والے عائلی مسائل کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اختلاف وطن نکاح، شادی کے مسائل:

وہ مرد جو تعلیم یا دیگر وجوہات کی بنا پر غیر اسلامی ممالک میں جاتے ہیں اور وہاں کی عورتوں سے مختلف وجوہات کی بنا پر شادی کر لیتے ہیں جن میں دو قسموں کی شادیاں عام ہیں ایک تو وہ جو مختلف وجوہات خصوصاً (nationality) شہریت کے حصول کے لیے بعض شرائط کی بنا پر وہاں کی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں اور متعلقہ مقصد کے حصول کے بعد اس کو ختم کر دیتے ہیں جسے معاصر اصطلاح میں پیپر میرج (paper marriage) بھی کہا جاتا ہے حالانکہ اسلام میں شرائط کی بنا پر کیے گئے اس قسم کے نکاح کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ نکاح مسیار بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔ اسلام میں نکاح کا مقصد زوجین میں مؤدت و تسکین اور جسمانی استمتاع ہے لیکن پیپر میرج میں تو سرے سے یہ چیز شامل ہی نہیں ہوتی اس اعتبار سے عقد شرعی اور اس کی شرائط کی رعایت کیے بغیر اس کاغذی نکاح و شادی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رشتہ نکاح کچھ حقوق و فرائض کی ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے جبکہ اس قسم کی شادیوں میں یہ تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تو ایک عورت بیک وقت کئی مردوں سے پیپر میرج کنٹریکٹ کے ذریعے منسلک ہوتی ہے جو کہ شریعت اسلامی کے صریحاً خلاف اور سراسر بے حیائی ہے۔ اکثر اوقات صرف اس شرط پر نکاح کیا جاتا ہے کہ مطلوبہ ملک میں رہائش کی قانونی اجازت ملتے ہی اس رشتہ کو ختم کر دیا جائے گا تو یہ عارضی نکاح متعہ کی مانند ہوتا ہے جس کو حرام قرار دیا گیا ہے اور عارضی نکاح پر ہمیشہ کے لیے حرمت قائم ہو چکی ہے چاہے وہ کسی مسلمان سے ہو یا کتابی عورت سے [i]۔ البتہ مسلمان مردوں کو اہل کتاب کی پاکدامن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: تمام پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لئے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال، اور پاکدامن مسلمان عورتیں اور جو لوگ تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو، اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو یہ نہیں کہ اعلانیہ زنا کرو یا پوشیدہ بدکاری کرو، منکرین ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں اور آخرت میں وہ ہارنے والوں میں سے ہیں [ii]۔

اہل کتاب کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب کے لوگوں سے مسلمان مردوں اور عورتوں کو نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ قرآن مجید میں مشرکین کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ لیکن بیرون ملک اس قسم کی کاغذی شادیوں میں بعض اوقات اہل کتاب کا بھی لحاظ نہیں رکھا جاتا تو ایسی شادیوں کی شریعت کی رو سے کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور وہ جانے انجانے میں حرام کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ویسے بھی یہ نقطہ بہت اہم ہے کہ کیا معاصر اہل کتاب کی عورتوں میں وہ اوصاف پائے جاتے ہیں جن کی بنا پر شریعت میں ان سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ موجودہ مغربی ممالک میں الحاد اور لادینیت کا غلبہ ہے اور وہاں کے اکثر باشندے لادین ہی ہیں ایسی صورت میں ان سے نکاح کو اہل کتاب کے حکم میں لانا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ ویسے بھی ایسی شادیاں ذاتی و نفسانی مقاصد کے لیے کی جاتی ہیں جبکہ اہل کتاب خواتین کے ساتھ نکاح کی اجازت کا اصل مقصد اہل کتاب کے ساتھ دوستانہ روابط قائم کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی خواتین کو اسلام کی قبولیت کا موقع دینا تھا۔

مختلف خبروں اور رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کی شادیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے خصوصاً وہ طالب علم جو تعلیم کے لیے باہر جاتے ہیں اور وہاں نکاح کر کے وہیں کے ہو کر رہ جاتے ہیں اور واپس نہیں لوٹتے اور والدین بعض اوقات اپنی ان اولادوں سے محروم رہ جاتے ہیں، ہمارے پاکستانی معاشرے میں اکثر ایسے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ایسی شادیوں سے لاتعداد نقصانات جنم لیتے ہیں۔ ایسے مختلف اقوام، مذاہب اور نسلوں سے تعلق رکھنے والے ماں باپ کے بچوں میں بھی مذہب اور تربیت کے حوالے سے بہت مسائل پیدا ہوتے ہیں انکی مذہبی شناخت متاثر ہوتی ہے۔

بین المذاہب شادیوں میں اضافہ:

اختلاف وطن کے سبب بین الممالک اور بین المذاہب شادیوں کے رجحان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے پہلے تو مسلمان لڑکوں اور غیر مسلم لڑکیوں کی شادیوں کے

واقعات سامنے آتے تھے حالانکہ شریعت اسلامی میں یہ بھی جائز نہیں لیکن معاملہ اب اس سے آگے بڑھ چکا ہے اور اب مسلمان لڑکیوں کے غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں، پہلے اس طرح کی اکاد کا خبریں سماج کو ہلا کر رکھ دیتی تھیں لیکن جب کسی مقام کے لوگ زلزلہ کے عادی ہو جائیں تو زلزلہ سے بھی ان کے سینوں میں دھڑکن پیدا نہیں ہوتی اور اب یہی کیفیت معاشرے میں ایسے واقعات پر بھی سامنے آ رہی ہے۔ عصر حاضر میں یہ ایک انتہائی اہم سماجی مسئلہ بن چکا ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے اور حکمت وتدبیر سے اس صورتحال کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے ورنہ آئندہ نسلوں کی دینی شناخت کو باقی رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ ۱۹۶۷ء کے بعد بہت سے فلسطینیوں کو امریکہ و برطانیہ میں پناہ دی گئی، ترکوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے جرمنی میں سکونت اختیار کی جبکہ ان تارکین وطن کے دلوں سے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت حمیت ایمانی نکال دی گئی، پہلے انہیں بین المذہبی شادیوں کا قائل کیا گیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنی پہچان گم کر چکے ہیں اور انہیں دیکھ کر سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ان کے آباء واجداد مسلمان عرب یا ترک تھے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سبوخ سید لکھتے ہیں:

جرمنی میں رہائش پذیر مسلمانوں میں تقریباً نصف ترک مسلمان ہی ہیں جن میں فقہی تنوع بھی دیکھنے کو ملتا ہے یہ لوگ ثقافتی طور پر تو مسلمان ہیں لیکن ایک سروے کے مطابق کم از کم بیس فیصد اسلامی رسومات اور عبادات پر عمل نہیں کرتے [iii]

اس سلسلے میں باشعور افراد انتہائی پریشان نظر آتے ہیں گزشتہ ہفتے اخبار میں ایک مضمون میں لکھا گیا کہ کئی ایسے واقعات بھی سامنے آئے کہ مسلم لڑکیاں غیر مسلموں کے ساتھ چلی گئیں اور بعد میں بڑی تکلیف سے گزریں یہاں تک کہ بعض کو اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دھونے پڑے [iv] اس پس منظر میں گزارش کی جاتی ہے کہ علماء کرام عوامی جلسوں میں کثرت سے اس موضوع پر خطاب کریں اور لوگوں کو اس کے دنیاوی اور اُخروی نقصانات سے آگاہ کریں۔

بین مذاہب شادیوں کے تناظر میں بھارت میں لو جہاد کے نعرے، اور مسلم لڑکیوں کی ہندوؤں سے شادیوں کے واقعات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آئے روز اخباروں میں اس قسم کے واقعات کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ مثلاً ریاست اترپردیش میں مسلمان لڑکی سے پسند کی شادی کرنے کے لیے ہندو لڑکے نے مسلمان بننے کا ڈرامہ کیا عربی تلفظ کی وجہ سے نکاح خواں کو دلہے پر شک ہوا اور شبے کی بنیاد پر دلہے کی تلاشی لی گئی تو جیب سے کارڈ برآمد ہوا جس پر تصویر تو دلہے کی تھی مگر نام ہندوؤں والا تھا جس سے یہ انکشاف ہوا کہ مسلمان ہونے کا دعویدار حقیقت میں ہندو ہے۔ میڈیا رپورٹس میں بتایا گیا ہے کہ سدھارتھ نگر کے اس نوجوان کی دو سال قبل کولھوئی علاقے کی مسلمان لڑکی سے فیس بک پر دوستی ہوئی اور بات شادی تک آ پہنچی لیکن لڑکی کو معلوم تھا کہ اس کے گھر والے غیر مسلم سے اس کا عقد نہیں کریں گے تو لڑکی نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنے اہل خانہ نے حقیقت چھپائی اور لڑکا چند افراد کے ہمراہ بارات لیکر لڑکی کے گھر پہنچ گیا۔ [v]

یہاں سے بھی ہم آج کی مسلمان نسل نو کی تربیت اور دین کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بین المذاہب شادیوں کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کی روک تھام کے لیے فوری اقدامات کرنا انتہائی ضروری ہیں۔ ان شادیوں کے اسباب میں اختلاف وطن اور ذرائع ابلاغ کی وجہ سے مغربی تہذیب کا پھیلاؤ اور اشاعت، شادی میں فضول خرچیاں، مخلوط تعلیم و ملازمت، مسلمان لڑکوں کی تعلیمی پسماندگی، اور سب سے بڑھ کر دین سے دوری ہے۔ دین سے دوری تو اتنی بڑھ گئی ہے کہ مسلمان دین کے بنیادی قاعدوں سے بے بہرہ نظر آتے ہیں اور کچھ تو اگر واقف بھی ہوں تو اللہ کا تقویٰ دلوں سے اس قدر نکل چکا ہے کہ وہ ایسے اعمال کرتے ہوئے اس کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں والدین، علماء ومشائخ، سماجی وسیاسی رہنما، صحافی اور اہل علم ودانش، مذہبی تنظیموں اور جماعتوں کے کارکنان کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔ نسل نو کی تربیت اسلامی اصولوں کے مطابق کرنا اسلام کے بنیادی اصول وقواعد کی تعلیم کے ذریعے دین کو ان کے دلوں میں راسخ کرنا، ان میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور دینی حمیت کو ابھارنا انتہائی ضروری ہے پھر وہ چاہے جس ملک میں زندگی گزاریں اپنی تہذیب اور اسلامی تشخص کو برقرار رکھیں گے۔ ایسے مسائل سے ان کو واقفیت دلانا ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کی رو سے غیر مسلم کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے خواہ وہ یہودی و عیسائی ہو یا کافر، مشرک، ہندو یا بدھسٹ وغیرہ ہو اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک عورت کے لئے مخالف ماحول میں اپنے ایمان کی حفاظت دشوار ہو جائے گی دوسرے کسی مسلمان مرد کا نکاح یہودی اور عیسائی عورت کے علاوہ کسی بھی غیر مسلم عورت سے نہیں ہو سکتا، ظاہر ہے اس میں ہندو خواتین بھی شامل ہیں اور اگر مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب عورت سے ہو سکتا ہے تو اس سلسلہ میں دو اہم اصول پیش نظر ہونے چاہیں ایک یہ کہ یہودی اور عیسائی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس نے مردم شماری کے خانہ

میں اپنے ساتھ یہودی یا عیسائی لکھا ہو، جیسا کہ آج کل اہل مغرب کا حال ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ حقیقتاً یہودی اور عیسائی ہو، یعنی خدا پر، نبوت پر، الہامی کتاب پر اور آخرت کے نظام پر ایمان رکھتی ہو، دوسرے اگرچہ یہودی اور عیسائی خواتین سے نکاح کی گنجائش ہے لیکن یہ بھی کراہت سے خالی نہیں ہے، سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے جب یہ بات سنی کہ شام کے علاقہ میں مسلمان مرد یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کر رہے ہیں تو اس کو سختی سے منع کیا تھا۔ [vi]

اسلام میں تو یہ بات بھی ناپسندیدہ ہے کہ کوئی مرد یا عورت اس لئے اسلام قبول کرے کہ اس کی فلاں شخص سے شادی ہو جائے، اللہ تعالی کی رضا اور ہدایت کو حاصل کرنا اس کا مقصد نہ ہو، عہد نبوی میں مکہ فتح ہونے سے پہلے تک یہ بات واجب قرار دی گئی تھی کہ مسلمان مدینہ منورہ ہجرت کر جائیں، ایک صاحب اسلام قبول کر چکے تھے لیکن وطن سے جو فطری محبت ہوتی ہے اس کی وجہ سے ان کا دل ہجرت کرنے پر آمادہ نہیں تھا لیکن وہ جن خاتون سے نکاح کرنا چاہتے تھے انہوں نے شرط لگادی کہ اس کے لئے ہجرت کرنی ہو گی بالآخر انھوں نے ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ کو یہ بات پسند نہیں آئی چنانچہ آپ ﷺ نے بتایا کہ عمل کی قبولیت اور اس پر اجر و ثواب کا مدار نیت پر ہے **إنما الأعمال بالنيات** والی حدیث میں اس کی وضاحت کی۔

ہر معاملے میں سادگی اور میانہ روی کے سنہری اسلامی طریقے کو فروغ دینا ضروری ہے خصوصاً شادی کے معاملات میں کیونکہ آج کل شادی کی فضول خرچیاں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ عام لوگوں کی شادیاں پرانے نوابوں اور راجاؤں کی شادیوں میں ہونے والے تزک واحتشام کو مات دے رہی ہیں، دولت مند طبقوں نے اس کو اپنی مالی فراوانی کے مظاہرہ کا ذریعہ بنالیا ہے، درمیانی طبقہ اس کی وجہ سے بعض اوقات در و دیوار تک بیچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور کمزور طبقہ اگر دین سے بے بہرہ ہو تو اپنے فائدے کے حصول کے لیے وہ مذہب و عقیدے کا فرق بھی بھول جاتا ہے اس لیے ضرورت تو اس امر کی ہے کہ جیسے قدرتی آفات کے موقع پر مدد اور بچاؤ کی مہم شروع کی جاتی ہے اس طرح نکاح میں سادگی کی مہم چلائی جائے۔

مخلوط تعلیم کی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے الگ تعلیمی اداروں کے قیام کو فروغ دیا جائے اور اس معاشرے میں جہاں مختلف مذاہب کے پیروکار ساتھ بستے ہوں وہاں اس کی ضرورت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسلامی تہذیبی اقدار کی ترویج واشاعت کے لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق ایسا نظام تعلیم قائم کیا جائے جس میں مقاصد تعلیم، نصاب تعلیم اور طریق تعلیم تینوں اسلامی اقدار اور روایات کی عکاسی کرتے ہوں۔ اسلامی ممالک کے ٹی وی چینلز پر دکھائے جانے والے مختلف پروگرام جو مغربی ثقافت کو ترویج دے رہے ہوتے ہیں لہو و لعب پر مبنی ان پروگراموں کی بجائے مثبت اور بامقصد مہذب پروگراموں کے ذریعے افراد معاشرہ کو عملی زندگی میں تہذیب و شائستگی کی تعلیم دی جائے۔

اندراج نکاح (رجسٹریشن) سے متعلق مسائل:

ہر ملک میں نکاح کو متعلقہ سرکاری ادارے میں رجسٹرڈ کرانا ضروری ہوتا ہے ورنہ ان کے نکاح کو قانونی طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا اس سلسلے میں ہر ملک کے قوانین اور طریقے مختلف ہیں۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی اپنی کتاب میں مغرب میں مقیم مسلمانوں کی طرف سے پوچھے جانے سوالات کا ذکر کرتے ہیں جن سے ہم ان لوگوں کے مسائل کی نوعیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مثلاً اختلاف وطن کی وجہ سے اس قسم کے مسائل جنم لیتے ہیں کہ کیا غیر اسلامی ممالک کے حکومتی اداروں کے ذریعہ ہونے والی کسی مسلمان کی شادی کو شرعی نکاح سمجھا جائے گا اگرچہ وہ نکاح کسی غیر مسلم کے ذریعہ عمل میں آیا ہو یا پھر مسجد یا کسی اسلامی مرکز میں کسی عالم دین کے ذریعے سے نکاح کرانا ضروری ہے؟ کیونکہ شرعی طور پر تو شرائط وارکان نکاح مکمل ہونے پر نکاح درست تصور ہوتا ہے تو پھر اس طرح نکاح ہونے کے بعد حکومتی ادارہ سے توثیق کروانے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ [vii]

قانونی دستاویزات کے مسائل:

اختلاف وطن کے باعث شادی کے بہت سے قانونی مسائل نے بھی جنم لیا ہے جب لوگ ترک وطن کر کے دوسرے ملک چلے جاتے ہیں اور وہاں کی شہریت اختیار کر لیتے ہیں تو ان کے اپنے ملک میں منعقدہ نکاح، طلاق اور دیگر معاملات میں مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر ملک ہی دوسرے ممالک کے رائج قانون کے مطابق منعقد

ہونے والی شادی کو تسلیم کرتا ہے لیکن بیرون ملک شادی کی توثیق کے لیے مختلف قسم کے دستاویزات طلب کیے جاتے ہیں تاکہ متعلقہ ملک کے عائلی قانون کے مطابق وہ مختلف قسم کے حقوق ومراعات حاصل کرسکیں۔ جس کے لیے ان شہریوں کو دستاویزات کی تیاری اور حصول وغیرہ میں بھی مختلف مسائل کا سامنا کرناپڑتا ہے جب شادی شدہ فریقین بیرون ملک جانے کے لیے خصوصاً جب مغربی ممالک کے نیشنیلٹی ہولڈر اپنے شریک حیات کو سپانسر کررہے ہوں تو متعلقہ ممالک کی ایمبیسی ان سے انٹرویو لیتی ہے جس میں کبھی کبھار شادی کی مووی یا تصاویر بھی طلب کی جاتی ہیں جس سے پردے کے بھی مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے میرج سرٹیفکیٹ، شادی کی تاریخ وغیرہ، فیملی سٹیٹس اور باہر جانے کی وجوہات وغیرہ سب پوچھ سکتے ہیں۔ بعض اوقات اپنے ملک سے جاری کردہ ان دستاویزات کا دوسرے ملک کی مقامی زبان میں ترجمہ کرانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً کینیڈا میں شادی کرنے والے پاکستانی یا پاکستان میں شادی کرکے کینیڈا میں منتقل ہونے والے زوجین کو اصلی دستاویزات کے ہمراہ کینیڈا کے کسی سرٹیفائیڈ ٹرانسلیٹر سے حاصل کردہ انگریزی ترجمہ بھی مہیا کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات غیر ملکی سے شادی کے لیے فیملی اور حکومتی اجازت نامے کا مطالبہ کیا جاتا ہے

غیر اسلامی عدالتوں میں طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے مسائل:

چونکہ ان ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور ان کو زیادہ تر معاملات میں مغربی و یورپی ممالک کے وضعی قوانین کی ہی پیروی کرنی پڑتی ہے اگرچہ پرسنل لاء (Personal law) یا شخصی قانون کے نام سے مسلمانوں کو ان کے مذہبی معاملات میں کچھ حد تک آزادی دی گئی ہے لیکن بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں وہ غیر اسلامی قوانین پر عمل اور غیر اسلامی عدالتوں کے فیصلوں کو ماننے پر مجبور ہیں۔ مثلاً نکاح اور طلاق کی رجسٹریشن کے مسائل ہیں یورپی ممالک، امریکہ، برطانیہ وغیرہ میں شادی سے قبل جو میرج لائسنس حاصل کیا جاتا ہے اس کے فارم میں تو اس بات کی گنجائش ہے کہ شادی کی تقریب مذہبی (religious marriage) یا سول کسی بھی طریقے سے کر سکتے ہیں اور اس طرح مذہبی طریقے سے نکاح پڑھا کر نکاح رجسٹرار اپنی طرف سے ایک سرٹیفیکیٹ بھی دے دیتا ہے جس میں گواہوں اور مہر وغیرہ کی بھی تفصیلات درج ہوتی ہیں اس کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کیونکہ مہر اور گواہ وغیرہ سے متعلق وہاں کے قانون میں کوئی تذکرہ وحیثیت نہیں پھر اس لائسنس کی بنا پر شادی رجسٹرڈ ہوتی ہے اور کاؤنٹی کی طرف سے میرج سرٹیفکیٹ جاری ہوتا ہے۔ لیکن طلاق کی صورت میں لازمی طور پر عدالت سے رجوع کرنا پڑتا ہے وہاں طلاق رجسٹرڈ کرانا ہوتی ہے جس کے بعد پھر وہاں کے قانون کے مطابق جائیداد بھی زوجین میں برابر تقسیم ہوتی ہے اور اگر کوئی عدالت سے رجوع نہ کرے تو ذاتی طور پر کوئی چاہے ہزار بار طلاق کہتا رہے وہاں کے نظام اور قانون کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہذا قانون کی نظر میں ان میں رشتہ ختم نہیں ہوا بلکہ برقرار ہے اس لیے وہ عورت عدت گزار کر شادی نہیں کرسکتی اور مرد بھی نہیں کرسکتا کیونکہ تعدد ازدواج کی بھی اجازت نہیں ہے تو اس صورت میں بہت مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ [viii]

اسی طرح ان ممالک میں بعض مسلمان خواتین غیر اسلامی عدالت میں جاکر طلاق کا مطالبہ کرتی ہیں اور عدالت ۹۰ دن بعد ان کے حق میں فیصلہ کردیتی ہے جبکہ خاوند کو علم ہی نہیں ہوتا تو شرعی طور پر ایسا فیصلہ غلط ہوتا ہے اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جس طرح کسی بھی مقدمے میں صرف ایک فریق کی بات سن کر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اس طرح یہاں طلاق کے معاملہ میں بھی ہے۔ قضا کے معاملے میں غیر مسلم قاضی کو مسلمان مرد یا عورت پر کوئی شرعی اختیار نہیں۔ اس لئے کسی غیر اسلامی اتھارٹی کی جاری کی ہوئی اس قسم کی طلاق کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ خاوند کو مقدمے کا علم نہیں نہ اس کا موقف سنا گیا ہے۔ اس قسم کے فیصلے کے نتیجے میں عورت پہلے خاوند سے الگ نہیں ہوتی۔ نہ کسی اور مرد کو اس سے نکاح کرنا حلال ہے۔ لہٰذا اس کی بنیاد پر کیا ہوا دوسرا نکاح لامحالہ فسخ قرار پائے گا۔

غیر مسلم عدالتوں کے ذریعے ہونے والی طلاق مسئلہ کے بارے میں سید عبدالحفیظ بلیاوی مختلف صورتیں بتاتے ہیں۔ جس میں ایک صورت یہ ہے کہ اگر شوہر نے صراحت کے ساتھ طلاق کا تلفظ نہیں کیا تو غیر مسلم جج کے لیے عدالت سے اس شوہر کے خلاف طلاق کا حکم صادر کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا** [ix] دوسری صورت یہ ہے کہ شوہر طلاق کا حق غیر مسلم جج کے سپرد کرنے سے قبل خود طلاق کا تلفظ کرے کیونکہ طلاق کا مالک وہی ہے اس لیے اسی کے صریح الفاظ سے طلاق واقع ہوگی غیر مسلم جج کے حکم سے واقع نہیں ہوگی، تیسری صورت یہ کہ توکیل اور تفویض کے ختم ہونے کے بعد غیر مسلم عدالت کو مسلم

شوہر کی طرف سے طلاق دینے کی قطعی گنجائش نہیں ہوگی اور اگر عدالت شوہر کے خلاف طلاق کا فیصلہ کر دے تو یہ محض جبراً اس کو اقرار کروانے اور فرمانبردار بنانے کے مترادف ہوگا۔ [x]

اس سلسلے میں ان ممالک میں مقیم مسلمانوں کو جو اپنے عائلی مسائل کے لیے ان غیر اسلامی عدالتوں سے رجوع کرتے ہیں یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے جو عدالت غیر شریعت کو چھوڑ کر انسانوں کے خود ساختہ قوانین کے مطابق فیصلے کرتی ہے اس کے سامنے مقدمہ دائر کرنا درست نہیں خواہ وہ مسلمان ملک میں ہو یا غیر اسلامی ملک میں بشرطیکہ اس کا متبادل شرعی نظام موجود ہو جو حقدار کو اس کا حق دلوا سکے اس سلسلے میں بہت زیادہ قرآنی نصوص موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس شریعت سے پہلو تہی کرنے والوں کا نفاق اور کفر ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جن ممالک میں شرعی عدالتیں موجود نہ ہوں لیکن حاملین شریعت علماء (شرعی ثالث) سے انفرادی سطح پر فیصلہ کرانا ممکن ہو تو اس کی پابندی کرنا ضروری ہے لہذا مغربی ویورپی ممالک میں رہنے والی مسلمان کمیونٹی کو چاہیے کہ اپنے تنازعات کے حل اور فیصلے شریعت کے مطابق کرانے کے لیے شرعی پنچایت کے انتظامات کریں۔ لیکن اگر فریقین میں سے کوئی غیر اسلامی عدالت سے ہی رجوع کرنے کو ترجیح دے تو اس صورت میں اسے اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے۔ خصوصاً اگر طلاق کی خواہش مند عورت ہے اور اس کے لیے غیر شرعی عدالت کی طرف رجوع کرتی ہے تو وہ عدالت اس کو شوہر کی آدھی جائیداد دلواتی ہے جو شرعی حق سے زیادہ ہے لہذا اس صورت میں وہ جتنا مال شوہر سے شریعت کے حکم کے خلاف وصول کرے گی وہ اس کے لیے حرام ہوگا اور اگر اس کو اپنے لیے جائز سمجھے اور اس پر قبضہ کرے تو ظلم کی مرتکب ہوگی اور عنداللہ گناہ گار ٹھہرے گی۔ لیکن اگر کہیں شرعی ثالث سے فیصلہ کرانا ناممکن ہو اور عورت غیر شرعی جج سے فیصلہ کروانے پر مجبور ہو تو جب عدالت اس کے حق کے میں اس مال کا فیصلہ کر دے جو شرعی حق سے زائد ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے مسلمان کا لحاظ رکھتے ہوئے کہ وہ اس زائد مال سے دست بردار ہو جائے اور ظلم کا ارتکاب نہ کرے۔

غیر مسلم حاکم سے فسخ نکاح:

غیر اسلامی ممالک میں مقیم مسلمانوں کو یہ اہم مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ غیر مسلم حاکم کے طلاق یا فسخ نکاح کا عدالتی فیصلہ معتبر ہوگا یا نہیں مولانا ثمیر الدین قاسمی اپنی کتاب [xi] میں اس بارے میں تین اصول بیان کرتے ہیں:

ا۔ پہلا اصول یہ کہ غیر مسلم حاکم کا فیصلہ دینی امور میں نافذ نہیں ہے کیونکہ قرآن میں ہے:

وَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ [xii]

اس آیت میں ہے کہ تمہارے مسلمانوں میں سے دو عادل کو گواہ بناؤ اور غیر مسلم عادل نہیں ہوتا اس لیے وہ گواہ بھی نہیں بن سکتا اور نکاح توڑنے کا حاکم نہیں بن سکتا۔

۲۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ شوہر غیر مسلم حاکم کو طلاق دینے یا فسخ نکاح کا وکیل بنائے تو اس کے طلاق دینے یا فسخ نکاح کرنے سے طلاق واقع ہو جائے اور فسخ بھی ہو جائے گا۔ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل خیبر کو جو یہودی تھے کھیتی کرنے کا عامل بنایا اور اس میں وکیل بنایا جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ غیر مسلم کو وکیل بنایا جا سکتا ہے۔

۳۔ اور تیسرا اصول یہ ہے کہ شوہر غیر مسلم حاکم کے طلاق یا فسخ نکاح کے فیصلے پر راضی خوشی دستخط کر دے کہ ہاں یہ فیصلہ مجھے منظور ہے تب بھی طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلاق لکھنے سے بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اس سلسلے میں وہ یہ قول تابعی نقل کرتے ہیں **عن ابراهيم اذا كتب الطلاق بيده وجب عليه** [xiii]

غیر اسلامی ملک میں عدالت سے تفریق بین الزوجین کی صورتیں:

وہ مسلمان جو غیر اسلامی ممالک میں آباد ہیں اور غیر مسلم حکومتوں اور عدالتوں اور قوانین کی وجہ سے ان کو خلع، فسخ نکاح وغیرہ سے متعلق بہت سے مسائل درپیش ہیں۔ غیر اسلامی عدالتوں کے لیے گئے فسخ نکاح اور خلع کے فیصلے قابل قبول ہوں گے یا نہیں۔ اس سلسلے میں حافظ کلیم اللہ عمری لکھتے ہیں:

"غیر مسلم عدالتوں میں مسلم عورتوں کا خلع وغیرہ کے لیے رجوع کرنا درست نہیں بلکہ معتبر ومستند علماء یا اسلامی تحریکات وغیرہ کے ذریعہ خلع کا مطالبہ کیا پھر اس خلع پر عدالتوں کے ذریعہ توثیق کی جائے تو مناسب ہے۔"{xiv}

بہر حال اس کے بارے میں علمائے اکرام کی مختلف آراء واجتہادات ہیں جو انہیں نے ان ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے حالات اور آسانی کو مد نظر پیش کیے ہیں۔ مولانا شمیر الدین قاسم نے اپنی کتاب اسباب فسخ نکاح میں غیر مسلم عدالت میں تفریق زوجین کی چھ صورتیں بیان کی ہیں جو مفتی اسماعیل کچھولوی بریڈ فورڈ انگلینڈ کے فتویٰ سے ماخوذ ہیں۔ ذیل میں وہ صورتیں نقل کی جا رہی ہیں۔

۱۔ اگر شوہر نے غیر مسلم حاکم کے پاس نکاح توڑنے (Divorce petition) کے لیے مقدمہ دائر کیا تو اس سے وہ نکاح فسخ کرنے کا وکیل بن گیا اور چونکہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو حاصل ہے اس لیے اب یہ اختیار اس کے وکیل کو مل جائے گا چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اور اس کے نکاح توڑنے (decree absolute) کے ہو جانے سے نکاح ٹوٹ جائے گا دوبارہ کسی شرعی پنچایت سے فیصلہ کرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جیسے کہ اوپر مذکور ہے کہ غیر مسلم حاکم کو بھی وکیل بنایا جا سکتا ہے۔

۲۔ اگر عورت نے غیر مسلم عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور اس کے حاکم نے شوہر کو فارم بھیجا کہ عورت نے علیحدگی (separation) کے لیے درخواست دی ہے۔ اور شوہر نے بھی جواب میں اسی حاکم کو تنسیخ نکاح کے لیے اپنا وکیل بنا لیا تو اس کے نکاح ختم کرنے سے ہو جائے گا۔

۳۔ اگر عورت نے غیر مسلم عدالت میں (separation) کا مقدمہ دائر کیا اور ساری کاروائی کے بعد حاکم نے آخری طلاق (decree absolute) دے دی اور شوہر کو کاغذات بھیج دیے اور شوہر نے بھی بخوشی اس فیصلے پر دستخط کر دیے تو نکاح فسخ ہو جائے گا۔

۴۔ اگر عورت نے غیر مسلم عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور حاکم نے بھی ساری کاروائی کے بعد طلاق دے کر شوہر کا کاغذات بھجوائے لیکن شوہر نے لگائے ہوئے الزام کو بھی دفع کرنے کی کوشش کی اور حاکم کے فیصلہ کا بھی انکار کیا تو اب شوہر نے چونکہ اس حاکم کو اپنا وکیل نہیں بنایا نہ اس کے فیصلے پر رضامندی کا اظہار کیا اور نہ ہی طلاق کے کاغذات پر دستخط کیے لہذا اس غیر مسلم حاکم کے فیصلے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا۔ اس لیے عورت کو دوبارہ کسی شرعی پنچایت سے فیصلہ کرانا ہوگا۔

۵۔ برطانیہ کی عدالت میں کیس کی سماعت کے بعد اور دونوں طرف سے پوری کاروائی کے بعد حاکم پہلے (decree nisi) دیتا ہے۔ جس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ فریقین کو اطلاع دی جا رہی ہے کہ اگلے کچھ مہینوں میں ان کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی۔ اس مفہوم کے مطابق اگر شوہر (decree nisi) دستخط کر بھی دے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ حاکم مستقبل میں طلاق دے گا۔

۶۔ اور دوسرا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ عارضی طلاق دی جا چکی ہے البتہ حتمی طلاق (decree absolute) کچھ دنوں بعد جاری کی جائے گی۔ اگر شوہر نے اس ڈکری نائسی پر دستخط کر دیے یا اس کے لیے حاکم کو وکیل بنا دیا تو اس (decree nisi) سے طلاق واقع ہو جائے گی اور عورت کی عدت شروع ہو جائے گی کیونکہ شریعت میں یہ عارضی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔{xv}

تعدد ازواج کے متعلق قانونی مسائل:

متعدد ممالک کے قانون کی رو سے تعدد ازواج پر پابندی ہے تو ایسے میں اگر کوئی مسلمان خفیہ طور پر وہاں دوسری شادی کرلے تو اسے مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اس کو بطور بیوی مختلف حقوق نہیں دے پاتا اور پھر اگر دوسری بیوی کے ساتھ اس کے اختلافات ہو جائیں تو وہ انصاف کے لیے عدالت کا رخ بھی نہیں کرسکتی کیونکہ عدالت ان کے نکاح کو تسلیم ہی نہیں کرتی بلکہ قانون کی رو سے الٹا وہ مجرم ٹھہرے گی تو اس صورت میں اس عورت کے حقوق کا ضامن کون ہوگا؟ کیا اسلامی مرکز کے امام کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ان قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس طرح کی دوسری شادی کروائے۔ معاصر مجتہدین کو اس قسم کے مسائل کا حل پیش کرنا چاہیے۔

نومسلمہ کی وراثت سے متعلقہ مسائل:

اسی طرح اگر غیر اسلامی ممالک میں کسی نومسلم کے غیر مسلم والدین کا انتقال ہو جائے، وہ صاحب ثروت ہوں اور انہوں نے میراث میں بہت سارا مال و دولت چھوڑا ہو، جن کا وہ قانونی اعتبار سے مستحق ہو، کیا وہ اس مال و دولت کو چھوڑ دے حالانکہ اسے اس کے اہل وعیال اور دعوت دین کو اس کی سخت ضرورت ہو کیونکہ کوئی مسلمان کسی کافر کا اور کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا یا پھر ایسے مسلمان کو اپنے والدین کی میراث لینے کی رخصت حاصل ہے؟ اس سلسلے میں فقہاء کرام استحسان اور قیاس کی بنا پر دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

جمہور صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد کے علماء کے نزدیک مسلمان کے لیے غیر مسلم کی وراثت جائز نہیں ہے۔ اس بارے میں حضرت اسامہ بن زید سے مروی وہ معروف حدیث ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں بنے گا اور نہ کافر مسلمان کا۔ {xvi}

اسی طرح دوسری حدیث جو عمرو بن شعیب نے اپنے والد اور انہوں نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کی ہے کہ دو مختلف ملتوں سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بنیں گے۔ امام قدامہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں روایات سے کافر کی مسلم اور مسلم کی کافر سے ولایت منقطع ثابت ہوتی ہے۔ {xvii}

دوسرا گروہ جو اس بات کا قائل ہے کہ مسلمان کے لیے کافر سے وراثت لینا جائز ہے مگر غیر مسلم کو مسلمان کی وراثت نہیں ملے گی۔ جیسے مسلمان مرد ان میں سے اہل کتاب عورتوں سے شادی کر سکتے ہیں لیکن وہ مسلمان عورتوں سے نہیں کر سکتے، اس طرح مسلمان ان میں ذمیوں کے وارث بن سکتے ہیں مثلاً اگر وہ ان مدد اور حفاظت اور جنگی قیدیوں کی کا فدیہ ادا کرتے ہیں۔ تو ان کے وارث بھی بن سکتے ہیں۔ اور اس ضمن میں ان کی دلیل حضرت عائذ بن عمرو المزنیؓ سے روایت وہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام غالب رہے گا مغلوب نہیں ہوگا۔ {xviii} تو مسلمان رتبہ بلند ہونے کی وجہ سے ان کے وارث بن سکتے ہیں لیکن وہ نہیں۔

اسی طرح فرمان رسول ﷺ کے مطابق اللہ اسلام اور اہل اسلام کو زیادہ ہی کرتا ہے یا فرمایا غالب ہی کرتا ہے اور شرک اور مشرکین میں کمی آتی رہے گی۔ تو اسلام اگر مسلمان کے حق میں کمی نہیں کرتا تو میراث سے کیسے روک سکتا ہے۔ {xix}

لہذا موجودہ ممالک کے تناظر میں بھی بہت سے علماء نے اس کی اجازت کا فتویٰ دیا ہے۔ جس کی تفصیلات کے لیے معاصر فتاویٰ اور کتب فقہ کو دیکھا جا سکتا ہے اس قسم کے بے شمار سیاسی، معاشی، ثقافتی اور معاشرتی مسائل ہیں جو ان ممالک میں مقیم مسلمانوں کی انفرادی اور عائلی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہوتے ہیں جن کے متعلق احکام شریعت کا جاننا انتہائی ضروری ہے تاکہ دین پر صحیح طرح سے عمل کیا جا سکے۔

نومسلمہ کے نکاح سے متعلقہ مسائل:

بعض اوقات اس قسم کے مسائل سامنے آتے ہیں کہ جب کوئی عورت اسلام قبول کرتی ہے تو اس صورت میں ولی کے نہ ہونے پر اس کا نکاح کون کرے گا کیا وہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اور اگر اسلامی کمیونٹی کے کسی عالم یا مذہبی پیشوا کو اپنا ولی قرار دے کر نکاح کرلے تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی مغربی خاتون اسلام قبول کر لیتی ہے جب کہ اس کا شوہر اسلام قبول نہیں کرتا تو اس صورت میں کیا ان کا نکاح فسخ کرایا جائے گا اس مسئلے میں تو ہمیں فقہ اسلامی میں تفصیلی راہنمائی ملتی ہے۔

جہاں کفار کی حکومت ہو اور وہاں کوئی عورت اسلام قبول کرے تو اس کا نکاح اپنے کافر خاوند سے اس وقت تک ختم نہیں ہو گا جب تک وہ عورت اسلام لانے کے بعد تین ماہواری نہ گزار لے۔ اس کے بعد وہ اپنے خاوند کے نکاح سے نکل جائے گی اس دوران شوہر پر بھی اسلام پیش کیا جائے لیکن اس کے قبول نہ کرنے کی صورت میں اگر وہ چاہے تو فوراً کسی مسلمان مرد سے نکاح کر سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مزید تین حیض بطور عدت گزار لے پھر نکاح کرے۔

فقہ حنفی کی معروف کتاب ہدایہ میں ہے:

وإذا أسلمت المرأة فی دار الحرب وزوجها كافر أو أسلم الحربي وتحته مجوسية لم تقع الفرقة عليها حتى تحيض ثلاث حيض ثم تبين من زوجها[xx] یعنی اگر عورت دار الحرب میں اسلام قبول کر لے اور اس کا شوہر کافر ہو یا کوئی حربی کافر مسلمان ہو جائے اور اس کی زوجیت میں کوئی مجوسی عورت ہو تو دونوں صورتوں میں وہ عورت اپنے خاوند کی زوجیت سے اس وقت تک نہ نکلے گی جب تک وہ تین حیض نہ گزار لے۔ تین حیض گزارنے کے بعد وہ اپنے خاوند کی زوجیت سے نکل جائے گی۔ مزید لکھتے ہیں کہ جب عورت مسلمان ہو گئی اور اس کا خاوند کافر ہے تو قاضی اس کے شوہر پر اسلام پیش کرے گا اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو وہ عورت اس کی بیوی ہی رہے گی۔

مختصر یہ کہ ایسے مزید بے شمار عائلی مسائل ہیں جو مسلم اقلیات کو درپیش ہیں لہذا معاصر علماء و مجتہدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان نت نئے مسائل سے متعلق قرآن و سنت سے راہنمائی کر کے امت کے ایک بڑے حصے کے لیے عمل کی راہیں نکالیں۔ ذیل میں اسی سلسلے میں چند تجاویز و سفارشات بیان کی جاتی ہیں۔

تجاویز وسفارشات:

- غیر اسلامی ممالک میں نکاح کرتے ہوئے نکاح خواں یا علماء اسلام نکاح کی تقریب میں ہی خطبہ دیں اور رشتہ ازدواج کے مقاصد، حقوق و فرائض اور اسلامی عائلی قوانین سے لوگوں کو آگاہ کریں اور انہیں ایسے اسلامی سینٹرز سے بھی متعارف کرائیں کہ باہم اختلاف اور مسائل کی صورت میں ان سے رجوع کریں تاکہ غیر اسلامی عدالتوں سے رجوع کی صورت میں اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی سے بچا جاسکے۔
- مسلمانوں میں دینی شعور رکھنے والا عمومی طبقہ اور علماء اکرام باہمی اتفاق سے شرعی پنچایت کی کمیٹیاں تشکیل دیں اور کثیر مسلم آبادی والے بڑے شہروں میں دار القضاء قائم کریں جن میں معاملہ فہم اور تربیت یافتہ علماء کا تقرر کیا جائے اور وہ علماء کرام مسلمانوں کے عائلی نزاعات، طلاق وخلع وغیرہ میں شرعی فیصلے صادر کریں۔
- مسلم پرسنل لاء کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ہر طرح کی کوشش جاری رکھیں اور ان ممالک میں مقیم مسلمانوں میں اسلامی شرعی قوانین سے متعلق شعور بیدار کریں تاکہ وہ اپنے شخصی معاملات نکاح، طلاق، خلع، وراثت وغیرہ کے قوانین کے متعلق کسی قسم الجھاؤ (confusion) کا شکار نہ ہوں اور ان ممالک میں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے امور انجام دینے کی پوری کوشش کریں۔
- کلچر اور عرف وعادت کی حیثیت اور اہمیت کو مد نظر رکھا جائے۔ دو مختلف اوطان سے تعلق رکھنے والے زوجین کے مابین ثقافتی اختلاف سے پیدا ہونے والے مسائل کو عمیق نظری سے دیکھا جائے اور ان کے ازالہ کے لیے کوشش کی جائے۔
- ان کے درمیان فیصلہ کرنے میں ان کے کلچر اور حالات کو مد نظر رکھا جائے اور ثقافتی اختلاف کو بنیاد بنا کر اس مقدس رشتہ ازدواج کو ختم کرنے سے بچا جائے اور ان میں اصلاح کی راہیں نکالی جائیں۔
- پری میرج کونسلنگ کے لیے مختلف کورسز اور ورکشاپس کو ترویج دی جائے۔
- مسلم اکثریتی ممالک کو چاہیے کہ مخلوط معاشروں کی ترویج کی بجائے مرد وعورت کو اپنی اپنی فطرت کے مطابق دائرہ کار میں کام کرنے کو ترجیح دیں۔ اسلامی ازدواج کے تصور کو عام کیا جائے اس سلسلے میں مختلف ورکشاپس، سیمینارز اور ٹی پروگرام اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ نسل نو کی اسلامی تربیت میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔
- فقہاء اور دینی درسگاہیں غیر اسلامی ممالک میں مقیم مسلمان اقلیات سے متعلق نصوص شریعہ کے اصول و قواعد، مقاصد شریعت، اور آئمہ و مجتہدین کے اجتہادات کی روشنی میں عمیق نظری کے ساتھ تحقیق کریں۔ ان کو درپیش نت نئے مسائل پر شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کی روشنی میں ان کی راہنمائی کریں۔
- مغرب زدہ دانشوروں، نام نہاد اسلامی حکومتوں اور دیگر معاشرتی طبقات کو اس حقیقت کا ادراک کر لینا چاہیے کہ اسلام ہی وہ واحد قانون اور نظام ہے جو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کا ضامن ہے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کی بجائے اگر انگریز حکومتوں کی نقالی اور ان کے وضع کردہ قوانین کو رائج کرنے اور ان پیروی کرنے کی کوشش کریں گے تو سوائے نقصان اور حسرت کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

[i] میاں مسعود احمد، ایڈووکیٹ، **حیات النساء،** مطبع الحدید چیمبر لین روڈ لاہور، پاکستان، ص ۱۶۲

[ii] سورۃ المائدہ ۵:۵

[iii] سبوح خ سید، جرمنی میں اسلام اور مسلمان، عصری مباحث ومشاہدات، رسالہ اجتہاد، شمارہ نمبر ۱۲، دسمبر ۲۰۱۹، ص ۶۳

[iv] https://www.qaumiawaz.com/ 4 August 2021, retrieved on 16 Aug 2021, مسلم لڑکے لڑکیوں کی غیر مسلموں سے شادی افسوس ناک مسلم پرسنل لاء بورڈ

[v] https://urdu.arynews.tv/ 14 June 2021, retrieved on 16 august 2021, نکاح کے دوران دلہا کے غلط عربی تلفظ سے مولوی کو ہوا شک

[vi] https://m.dailyhunt.in/news/india/ 25 October, retrieved on 14 August 2021, مسلمان لڑکیوں کی غیر مسلم مردسے شادیوں کا مسئلہ

[vii] **یوسف القرضاوی،** ڈاکٹر، **فقہ الاقلیات،** مترجم، الیاس نعمانی، ۲۰۱۱، ناشر ندارند ص ۳۶۔۴۰

[viii] مجموعہ مقالات جدید فقہی تحقیقات، **غیر مسلم ممالک میں عدالتوں کی طلاق**، ایفا پبلیکیشنز نئی دہلی، طبع اول ۲۰۱۱ء، ص ۴۲۲

[ix] سورۃ النساء ۴:۱۴۱

[x] غیر مسلم ممالک میں عدالتوں کی طلاق، ص ۴۱۳۔۴۱۴

[xi] ثمیر الدین قاسمی، مولانا، **اسباب فسخ نکاح**، مکتبہ ثمیر مانچیسٹر، انگلینڈ، طبع اول مارچ ۲۰۲۱ء، ص ۶۶۔۶۸

[xii] الطلاق ۶۵:۲

[xiii] ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، **الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار**، دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان، ۱۹۹۵ء کتاب الطلاق، باب فی الرجل یکتب طلاق امراته بیدہ، رقم حدیث، ۱۷۹۹۲، ۸۱/۴۔

[xiv] مجموعہ مقالات جدید فقہی تحقیقات، **غیر مسلم ممالک میں عدالتوں کی طلاق**، ایفا پبلیکیشنز نئی دہلی، طبع اول ۲۰۱۱ء، ص ۳۸۷

[xv] ثمیر الدین قاسمی، مولانا، **اسباب فسخ نکاح**، مکتبہ ثمیر مانچیسٹر، انگلینڈ، طبع اول مارچ ۲۰۲۱ء، ص ۶۹۔۷۱

[xvi] **صحیح بخاری**، کتاب المیراث، باب لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم، حدیث ۶۷۶۴؛ **سنن ابی داؤد**، کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر، حدیث نمبر ۲۹۰۹، ۱۲۵/۳

[xvii] ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، م ۶۲۰ھ، ابو محمد بن عبداللہ، **المغنی لابن قدامہ**، مکتبہ قاہرہ، مصر، ۱۹۶۸ء، ۳۶۷/۶۔

[xviii] ایضا: ص ۱۷۱

[xix] ابو نعیم، احمد بن عبداللہ الاصفہانی، **حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء**، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۹ھ، ص ۱۰۷۔۱۰۸

[xx] ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی، م ۵۹۳، **الہدایة فی شرح بدایة المبتدی**، باب نکاح اہل الشرک، دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان، ۲۱۴/۱۔